

پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ آئینہ عبارت فولاد کے آئینے سے ہے اور نہ جلی  
آئینوں میں جو ہر کہاں اور ان کو صیقل کون کرتا ہے۔ فولاد کی جن چیزوں  
کو صیقل کر دو گے، بے شبہ پہلے ایک لکیر پڑے گی۔ اسے الف صیقل  
کہتے ہیں، جب یہ مقدمہ معلوم ہوا تو اب اس مفہوم کو سمجھیے۔

چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا  
یعنی ابتدائے سن تمیز سے مشق جنون ہے۔ اب تک کمال فن حاصل  
نہیں ہوا۔ آئینہ عام صاف نہیں ہو گیا۔ بس وہی ایک لکیر صیقل  
کی موجود ہے۔ چاک کی صورت الف کی سی ہوتی ہے اور چاک جیب  
آثار جنوں میں سے ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ تمیز اور شعور پیدا ہوتے ہی میں، گریباں چاک کرنے میں مشغول  
ہو گیا اور آئینے کو جلا دینے اور زنگ صاف کر دینے میں لگ گیا، لیکن اب تک  
صرف اتنا ہی ہو سکا کہ آئینے میں صفائی کی صرف ایک لکیر پڑی ہے، جسے صیقل گر  
الف صیقل کہتے ہیں۔

مولانا طباطبائی شعر کا مطلب یوں فرماتے ہیں، جب سے مجھے اتنا شعور پیدا  
ہوا کہ دنیا کے تعلقات قائم رکھتے ہوئے صفائے نفس حاصل نہیں ہو سکتی، میں نے  
دنیا کو چھوڑ دیا اور دل کے آئینے کی صفائی میں مصروف ہو گیا، لیکن اب تک یہ آئینہ  
پوری طرح صاف نہیں ہوا، البتہ اس میں صفائی کی ابتدائی علامت پیدا ہو گئی ہے۔  
مصنوع کا اصل زور اس نکتے پر ہے کہ شعور و تمیز پیدا ہوتے ہی یہ کام شروع  
کر دیا۔

۳۔ شرح :- میرے دل کے رنج و غم اور گرفتگی کے اسباب نہ پوچھیے  
دل اتنا تنگ ہو گیا ہے کہ میں نے سمجھ لیا، یہ دل نہیں قید خانہ ہے۔  
چونکہ قید خانے میں قیدی تنگ رہتے ہیں اور اس میں بجائے خود بندش کا  
ہیلو نمایاں ہے، اس لیے اسے دل تنگی کی موزوں تشبیہ مان لیا گیا۔